عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاھی !!

## اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/مارچ ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد:ششم

شمارہ: 7

## فہرست


| عنوان | صاحبِ مضمون | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۔نماز (قسط۔۶) | حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ | ۳ |
| ۲۔ سیرتِ طیبہ پر بیان (قسط۔۲) | ڈاکٹر فدامحمد صاحب | ۷ |
| ۳۔تبصرۂ کتب | ڈاکٹر فدامحمد صاحب | ۱۱ |
| ۴۔سینیٹر جناب خالد محمود سومرو صاحب سے ادارہ کی خط وکتابت | ادارہ | ۱۳ |
| ۵۔صبح صادق وکاذب،ایک تحقیقی جائزہ(قسط۔۳) | شبیر احمد کا کاخیل صاحب | ۱۵ |
| ۶۔میرے سفر | انجینئر ڈاکٹر ارشاد صاحب | ۲۰ |
| ۷۔حالتِ نزع (قسط۔۱۵) | ڈاکٹر فہیم شاہ صاحب | ۲۶ |
| ۸۔آٹے کا بحران | ڈاکٹر فدامحمد صاحب | ۲۹ |
| ۹۔اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (قسط۔۲۳) | مفتی فدامحمد صاحب | ۳۰ |


فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/-روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015،یونیورسٹی کیمپس،پشاور۔

ای۔میل:<<< mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

# نماز (چھٹی قسط)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

## ترکِ نماز کسی حال میں جائز نہیں:

گذشتہ مباحث سے نماز کی اہمیت وفضائل کا ایک گونہ اندازہ ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ اتنے مہتم بالشان فریضہ کا ترک کسی حالت میں بھی جائز نہیں،لیکن بعض بدعقیدہ وگمراہ متصوفین نے اس بنیادی اور اہم عبادت سے اپنے خود ساختہ نظریات کی بنا پر اغماض واعراض برتنے کی کوشش کی۔اس طبقہ کے متعلق حضرت والاؒ نے ایک مستفسر کے جواب میں ارقام فرمایا:

''جو لوگ صوفی بن کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں جن سے نماز،روزہ وغیرہ عبادات کا مقصود نہ ہونا ثابت ہو،وہ گمراہ ہیں۔''

حضرت والا قدس سرہٗ کے پاس ہر طبقہ کے طالبین آتے تھے۔بعض ایسے حضرات بھی اپنی تربیت حضرت والاؒ کے سپرد کرتے تھے جو اپنی کمزوری کی بنا پر نمازوں سے غافل رہے تھے۔ایسے مبتدی طالبین کے تربیتی خطوط میں حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ گذشتہ نمازوں کی قضا،آئندہ نماز کے اہتمام اور اس بارے میں ہر قسم کہ سہل انگاری سے بچنے کی فہمائش فرماتے رہتے تھے۔چنانچہ مختلف مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں:

''نماز پنجگانہ ان فرائض میں سے ہے جو کسی حال میں معاف نہیں۔اگر کسی غایت مجبوری سے ایسا پیش آوے تو فوراً قضا پڑھی جائے اور فوراً استغفار کیا جائے۔ذرا سستی کو راہ نہ دی جائے۔اس کے بغیر اس راہ کی ہوس بے کار ہے۔خواہ دل چاہے نہ چاہے ہر حال میں پڑھی جائے۔دل چاہنے پر یہ امر موقوف نہیں۔اگر دل نہ چاہنے پر دل کو مجبور کر کے پڑھا جائے تو مجاہدہ کا مزید ثواب ہوگا۔''

ایسے نشیب وفراز عمر میں پیش آتے ہیں،لیکن بہر حال جادۂ استقامت سے قدم نہ ہٹے۔کیا دوا مریض کے دل چاہنے پر موقوف ہے،پھر تو مرض کا ازالہ ہو چکا۔

''نماز کسی وقت کسی حال میں سوائے اضطراری مجبوری کے قضا نہیں کی جاسکتی اور قضا نماز تو ایک ساتھ ایک دفعہ یا فرض نمازوں کے پہلے یا پیچھے قضا کی نیت سے ہر وقت کی نماز ادا کر لی جائے،صبح تو نماز کے

لیے اُٹھنا ضروری ہے۔عادات میں تبدیلی عزیمت سے ہوتی ہے۔جیسے کہیں سویرے ریل سے جانا ہو تو کیسے اٹھ جاتے ہیں۔ساتھ ہی توفیق کی دعا مانگیے۔۔۔۔تراویح کی قضا نہیں۔اگر جماعت کے ساتھ نہ ہوسکے تو گھر پر پڑھ لیں،مگر معمولی عذرات پر جماعت کی تراویح ترک نہ کریں۔"

"نماز کا رہ جانا تو کسی حال میں درست نہیں۔اس کے لیے بلا اضطرار ترک کی اجازت نہیں۔"

"نمازِ فجر کے لیے اگر عزم کرلیا جائے تو کچھ مشکل نہیں،اگر صبح کی گاڑی سے کہیں جانا ہو تو کیسے اٹھ جاتے ہیں۔اگر اس پر بھی وقت پر آنکھ نہ کھلے،اسی وقت پڑھی جائے بشرطیکہ عین طلوع کا وقت نہ ہو۔"

"یہ(سفر میں نماز قضا کرنا)درست نہیں۔نماز سفر ہو یا حضر ہر وقت،وقت کی پابندی سے ادا کرنا ضروری ہے۔سفر میں وقت ضرور ہوتا ہے لیکن بندہ اگر عزمِ مصمم کرلے تو وہ ضرور ہی پوری ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔آپ آزما کر دیکھیں،قصداً بلا ضرورتِ حقیقی ترکِ نماز گناہ ہے اگرچہ بعد میں ادا کرلی جائے۔"

## قضا نمازیں:

جن حضرات کی ایام بلوغ کے بعد سے نمازیں قضا ہوئی ہوتی تھیں۔حضرت والا رحمہٗ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو یہ آسان سا طریقہ بتادیتے تھے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز دہرالیا کریں۔مثلاً فجر کے ساتھ فجر کے دو فرض،ظہر کے ساتھ ظہر کے چار فرض،عصر کے ساتھ عصر کے فرض،مغرب کے ساتھ مغرب کے فرض،اور عشاء کے ساتھ فرض اور وتر پڑھ لیا کریں۔اس طرح آہستہ آہستہ قضا نمازیں آسانی سے ادا ہوجاتی تھیں۔چنانچہ مختلف طالبین کو تحریر فرماتے ہیں:

"ایام بلوغ سے جو نمازیں چھوٹی ہوں ان کو ہر نماز کے ساتھ ادا کرنا شروع کیجئے۔"

"بلوغ کی عمر سے پہلے کی نمازیں چھوڑ کر باقی سالوں کی نمازیں ہر نماز کے ساتھ ایک ایک کرکے ادا کرلی جائیں۔"

''قضانمازیں اورروزے اگرباقی ہوں تو ادا کیجئے تاکہ آئندہ کی راہ صاف ہو۔''

## نماز با جماعت:

اسلام میں نماز با جماعت کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ایک اثر (قول وتعامل صحابہ) صحیح مسلم ونسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ؛

''حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جس کی خواہش ہو کہ کل (قیامت میں) وہ اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے۔اسے چاہئے کہ ان نمازوں کو ان مساجد میں پابندی سے ادا کرے جہاں سے ان نمازوں کے لئے اذان دی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کے لئے ہدایت کے طریقے مقرر کئے ہیں اور یہ نمازیں ان ہدایت کے طریقوں میں سے ہیں۔اوراگرتم اس جماعت سے پیچھے رہ جانے والے کی طرح جو گھر میں نماز پڑھتا ہے گھروں میں نمازیں پڑھو گے تو اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوگے اوراگرتم اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔جو شخص بھی اچھا وضو کرکے ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف جاتا ہے اللہ اس کے ہر قدم کے بدلے اس کی ایک نیکی لکھتا ہے،ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ہم صحابہ دیکھتے تھے کہ با جماعت نماز سے صرف ایسے ہی اشخاص غیر حاضر ہوتے تھے جن کا نفاق معلوم اور مسلّم ہوتا تھا اور یہ حالت بھی ہم نے دیکھی تھی کہ ایک شخص (بیماری کی وجہ سے) دو آدمیوں کے درمیان میں گھسٹتا ہوا لایا جاتا تھا۔یہاں تک کی صف کے درمیان میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

(صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ ص:۲۳۱،جلد:۱، سنن نسائی باب محافظ علی الصلوٰۃ حیث نیادہ بھا ص:۱۲۵،جلد:۱)

کتبِ احادیث جماعت کی نماز کی فضیلت اور ترک جماعت پر شدید وعیدوں سے پُر ہیں۔حضرت والا قدس سرہ ہمیشہ جماعت کے اہتمام اور پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔چنانچہ مختلف طالبین کو فرماتے ہیں:

''جماعت کی پابندی ضروری ہے کہ اس کا اہتمام رہے۔''

''نماز با جماعت کا حتی الوسع اہتمام رہے۔''

''نماز با جماعت کی پابندی پر مبارک،اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائیں۔''

''یہ (جماعت کے فوت ہونے پر) تکلیف کا احساس ایمان کی علامت ہے۔''

ایک صاحب کو جو سستی کی وجہ سے جماعت سے رہ جاتے تھے، ارقام فرماتے ہیں:

''سستی کا علاج تو بقولِ حضرت تھانویؒ چستی ہے۔ جب تک دل میں وہ ہمت و عزیمت پیدا نہ کریں گے جو دنیاوی کاموں کے کرنے میں دیکھی جاتی ہے، دین کے کام انجام نہیں پا سکتے، بلا وجہ سستی کوئی شرعی عذر نہیں ہے۔ اس محرومی کی اہمیت کو محسوس کیجئے جو جماعت کی محرومی سے ہوتی ہے۔ اگر مجبوری سے جماعت نہ مل سکی تو حرج نہیں اپنی کوشش جاری رہنی چاہئے۔''

حضرت سید الملت نور اللہ مرقدہ ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھتے ہیں:

''کسی قوم کی زندگی، اس کی نظم جماعت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ یہی گرہ جب کھل جاتی ہے تو قوم کا شیرازہ منتشر و پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اسلام میں نماز با جماعت مسلمانوں کی زندگی کی عملی مثال ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عملی مثال کو عربوں کے سامنے پیش کر کے ان کی زندگی کا خاکہ کھینچا اور بتایا کہ مسلمانوں کا یہ صف بہ صف کھڑا ہونا ایک دوسرے کے شانہ سے شانہ ملانا، اور یکساں حرکت و جنبش کرنا، ان کی قومی زندگی کی مستحکم و مضبوط دیوار کا مسالا ہے۔ جس طرح نماز کی درستی اس صف اور نظام جماعت کی درستی پر موقوف ہے اسی طرح پوری قوم کی زندگی اسی باہمی تعاون، تضامن، مشارکت، میل جول اور باہمی ہمدردی پر موقوف ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صفوف کی درستی پر بہت زور دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جب تک تم خوب مل کر کھڑے نہ ہوگے تمہارے دل بھی آپس میں نہ ملیں گے۔''

غرض نماز با جماعت مسلمانوں کی ملّی زندگی کا شعار، ان کا دینی اجتماع، ان کے باہمی نظم و ارتباط کا شیرازہ اور ان کی روحانی زندگی کا عملی اور جامع نشان ہے۔ اس لیے نماز با جماعت کی پابندی ہر مسلمان کے لیے لازم ہے۔ جس کے بغیر اسے دین و ایمان کا کمال نصیب نہیں ہو سکتا۔

(جاری ہے)

# سیرتِ طیبہ پربیان (دوسری قسط)

(رمضان ۱۴۲۸ھ بمقام ای ایم ای (E.M.E) کالج، راولپنڈی)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

سیرت کے بارے میں چند ایک عنوانات پر تھوڑی تھوڑی بات کہہ دوں گا اِس سلسلے میں آپ کی شخصیت، آپ کی تعلیمات، آپ کی جدوجہد اور اُس جدوجہد کے نتائج۔ چار عنوانات (Headings) میں اِس بات کو بیان کریں گے۔ جہاں تک آپ کی شخصیت کا تعلق ہے تو پہلے جو میں نے ایک تمہیدی طور پر بات کہہ دی کہ ہر نبی اپنے ماحول میں انتہائی معیاری شخصیت ہوتا ہے حضورؐ کی پیدائش خاندانِ بنو ہاشم میں ہے جو اپنے خاندانی شرافت اور اعزاز کے لحاظ سے اور بزرگی کے لحاظ سے قریش میں نمبر ایک خاندان شمار ہوا ہے اور ہمیشہ قریش کی قیادت خاندانِ بنو ہاشم نے کی ہے اور بنو اُمیہ اپنی تعداد زیادہ ہونے کے باوجود اور اپنی بدنی قوت زیادہ ہونے کے باوجود اور ہر جگہ بہت زبردست کارگردگی دکھانے کے باوجود بنو ہاشم سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زبان مبارک سے خطاب فرمایا ہے فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ O (یونس:۱۶)

ترجمہ: کیونکہ اس (کلام کے ظاہر کرنے) سے پہلے بھی تو ایک بڑے عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ (معارف القرآن)

اے قریشِ مکہ میں نے تمہارے درمیان ایک عرصہ دراز گزارا ہے۔ چالیس سالہ زندگی گزاری ہے کیا اُس چالیس سالہ زندگی کو دیکھ کر تم سوچ نہیں سکتے کہ میں حق پر ہوں یا باطل پر۔ یہ چالیس سالہ زندگی آپ کا ایک دعویٰ تھا کہ چالیس سالہ ایسی معیاری زندگی گزاری ہے کہ اس کے بعد ہر ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ آدمی جس نے ایسے چالیس سال گزارے ہیں تو جب بھی وہ کوئی بات کرے گا تو وہ معیار سے گری ہوئی کبھی نہیں ہوگی کیونکہ ساری زندگی اِس سے جھوٹ ثابت نہ ہوا ساری زندگی اِس سے کبھی فساد ثابت نہ ہوا۔ اُس معاشرے میں آپ کو صادق اور امین کا خطاب دیا گیا تھا اور آپ کی ابھی عمر پینتیس سال تھی کہ حجرِ اسود کے نصب کرنے کے جھگڑے میں سارے سرداران قریش نے آپ کی قیادت پر اعتماد کیا تھا اور آپ کے کہنے پر حجرِ اسود کو رکھا گیا تھا اور اِن کے اندر وجود میں آنے والی لڑائی آپ کی تدبیر اور آپ کی حکمتِ عملی سے درست ہوئی تھی۔ تو کئی موقعوں پر یہ بات ایسی ہوتی رہی ہے کہ قریش میں اِس بات کا اعلان ہوتا رہا ہے تمہارے اندر یہ جو تمہارے ایک بھائی کا یتیم رہ جانے والا بیٹا ہے یہ کسی میدان میں آکر کھڑا ہوتا ہے تو میدان کو مار لیتا ہے نمبر ایک پر آجاتا ہے۔ سیرت کی کتابوں کو آپ پڑھیں آپ کی شخصیت کے بارے میں، آپ کی

محنتیں، آپ کی قربانیاں، آپ کی خدمتِ خلق، آپ کی وعدہ کی پاسداری، آپ کی سچائی اور غریبوں کا ساتھ دینا وہ تو ایک پوری تفصیل ہے یہ مطالعہ تو اتنا زبردست مشغلہ ہے کہ آپ اِس کو پڑھیں گے تو آپ اِس میں محو ہو جائیں گے اتنی کشش ہے اِس میں۔ تو فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ! یہ آپ نے چیلنج کیا ہے قریشِ مکہ کو، ایک دوسری آیت ہے قرآن پاک میں لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (الحجر:۷۲)

ترجمہ: آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔ (معارف القرآن)

قومِ لوط کے واقع کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کی عمر کی قسم، قرآن پاک قسم ہمیشہ اُس چیز کی کھایا کرتا ہے جو کہ اگلے سننے والے کو لاجواب کر دے تو گویا آپؐ کی سیرت کو اور آپ کی عمر کو جو آپ نے عمر گزاری ہے آپ کی سیرت کو بطورِ حجت، بطورِ مثال کے طور پر قرآن پاک میں اللہ نے پیش کر کے فرمایا ہوا ہے کہ آپ کی عمر کی قسم یعنی وہ معیاری زندگی جو آپ نے گزاری ہوئی ہے اِن کے درمیان۔ اِس کے علاوہ آپ کی گھُڑسواری، آپ کی پہلوانی، آپ کی شجاعت اُس معاشرے میں مثالی تھی۔ وہ گھوڑا جس کو کوئی شہسوار پکڑ کر سواری کیلئے قابو نہیں کر سکتا تھا وہ کبھی آپ کے سامنے سر نہیں اُٹھاتا تھا۔ رکانہ ایک پہلوان تھا جس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہیں کہ رکانہ پہلوان کا پوتا اتنی قوت والا آدمی تھا کہ جب گھوڑے پر بیٹھتا تھا اور دونوں رانوں سے اُس کے پیٹ کو دباتا تھا تو پسلیوں کو توڑ کر اُس کے پیٹ کو پھاڑ دیتا تھا۔ اتنی تو پوتے کی رانوں کی قوت تھی تو باپ کی کتنی ہوگی اور دادے کی کتنی ہوگی کہ وہ زیادہ Pollution free atmosphere (آلودگی سے پاک ماحول) میں پلا ہوا تھا۔ تو رکانہ آیا اُس نے کہا ہم کشتی جانتے ہیں ہمارے ساتھ کشتی کریں اگر ہم سے کشتی جیت گئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ کشتی کیلئے آگے بڑھا ایک ہی داؤ میں آپ نے گرا دیا۔ اُس نے کہا مجھے سمجھ نہیں آئی آپ نے کیسے گرایا ہے دوسرا داؤ ہونا چاہیے دوسرا ہوا پھر آپ نے گرا دیا، مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کیسے گرا دیتے ہیں تیسرا کرو جی، تیسرا ہوا پھر آپ نے گرا دیا تو لاجواب ہوا اور اُس نے اسلام قبول کیا۔ تو خیر یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے اِس کو آپ سیرت کی کتابوں میں سے پڑھیں اور یہ بہت دلچسپ چیز ہے۔

پھر آئیں آپ کی تعلیمات کی طرف جو قرآن ہے یہ تو معجزہ ہے۔ معجزہ اُس دور کیلئے بھی ہے، آج کے دور کیلئے بھی ہے اور قیامت تک کے لئے۔ اُس دور میں صرف یہ تھا کہ بات کو کہنے کا طریقہ، خوبصورت الفاظ، خوبصورت جملہ، خوبصورت بندش، صرفی نحوی قاعدے، بلاغت کے قاعدے، اندازِ بیان اتنی چیز کو وہ دور سمجھتا تھا تو اُس میں تو قرآن نے سب کو چیلنج کیا اور لاجواب کیا اور وہ چیلنج پندرہ سو سال سے ہے اُس کو کوئی رد نہیں کر سکا۔ آج کل جو سائنسی تحقیقات ہوئی ہیں مثلاً ہماری میڈیکل سائنس ہے اِس میں ماں کے پیٹ میں جو بچہ بنتا ہے اِس پر قرآن پاک میں

آیتیں ہیں اور سعودی عرب والوں نے ایک اناٹومی کے بہت ماہر پروفیسر کیتھ مُور کو بلایا اور اُس سے ایمبر یالوجی (Embryology) کی آیتوں کی روشنی میں ریسرچ کروائی، کافی سارا فنڈ دے کر اُس نے ریسرچ کی اور ریسرچ کے بعد جب مکمل کر کے گیا ہے تو اُس نے اپنے ملک میں جا کر بیان دیا ہے کہ میری تو حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ وہ چیزیں جن کو آج کی جدید سائنس اتنی تحقیقات اور ریسرچ کرنے کے بعد پاسکی ہے چودہ سو سال پہلے قرآن پاک میں بیان ہوئی ہیں گویا یہ ایک معجزہ پڑا تھا جو موجودہ دور کو اللہ نے دینا تھا۔ دنیا میں اور مختلف علوم والے مثلاً جیالوجی والے، اسٹرانومی وفلکیات والے، آرکیالوجی والے، جغرافیہ والے ہر ایک شعبے نے اِس پر کتابیں لکھی ہوئی ہے بازار میں موجود ہیں ۔ جیالوجی والوں کی ایک کتاب ترکیہ سے آئی تھی میرے پاس تھی اُس میں جو قرآن پاک کی چٹانوں اور پہاڑوں کی بحث کی ہوئی ہے بہت حیرت انگیز ہے۔ میرا درسِ قرآن ہوتا تھا پشاور یونیورسٹی میں، میں نے درس دیتے ہوئے آیت پڑھی وَ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا o (نباء:۷) اور (ہم نے بنایا) پہاڑوں کو میخیں۔ تو جغرافیہ کا پروفیسر پی۔ ایچ۔ ڈی بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا ڈاکٹر صاحب پھر کہو پھر کہو میں نے آیت دوبارہ پڑھی۔ اُس نے کہا سبحان اللہ یہ تو ہمارے جغرافیہ کا فلانا نظریہ ہے کہ پہاڑ جتنے اوپر ہیں اتنے ہی اندر میخ کی طرح گڑھے ہوئے ہیں اور جتنے پلین (خشکی کے ٹکڑے) ہیں زمین کے، اُن کو چاروں طرف سے پہاڑوں نے پکڑا ہوا ہے اور پاکستان اور ہندوستان کا جو پلین ہے اِس کو کوہِ ہمالیہ اور کوہِ قراقرم نے اِس طرح اپنے دامن میں پکڑا ہوا ہے کہ اگر اِن پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے تو یہ مٹی جا کر بحیرۂ عرب میں گر جائے گی۔ ایک دفعہ میرا ایک درس ہو رہا تھا اُس میں ایک بڑے عالم آ کر بیٹھے ہوئے تھے صبح کا وقت تھا۔ اُس میں میں نے طالوتؑ کا واقعہ پڑھا کہ طالوتؑ نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ یہ جو آگے نہر آنے والی ہے اِس میں سے پانی نہیں پینا ہے جس آدمی کو بہت پیاس لگی ہوئی ہو، بے بس ہو رہا ہو وہ اِس سے ایک چلو پی لے۔ جب نہر پر پہنچے تو ۳۱۳ نے تو پانی نہیں پیا یا پیا تو چلو بھر اور باقی نے خوب پیا جس سے اُن کے پیٹ پھول گئے اور سست ہو گئے اور آگے چل نہیں سکے۔ تو ۳۱۳ نے ہی پھر جنگ لڑی ہے۔ میں نے کہا جب آدمی چلتا ہے سفر کرتا ہے تو اِس کے Metabolites (تھکاوٹ کی رطوبتیں) جو بدن کے پٹھوں کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں وہ اپنی جگہ پر اٹکے ہوئے ہوتے ہیں جب تک آدمی کام کرتا ہے وہ اٹکے رہتے ہیں۔ جب آدمی پُرسکون (Relax) ہو کر بیٹھ جائے اور خاص کر پانی پی لے تو جب پانی پھیلتا ہے بدن میں وہ اُن رطوبتوں کو دھو کر خون میں شامل کر دیتا ہے۔ جوں خون میں شامل ہو جائیں آدمی پر سستی اور نیند طاری ہو جاتی ہے۔ وہ عالم میری بات سن کر سر دُھننے لگے۔ اُنہوں نے کہا ڈاکٹر صاحب نے تو عجیب تفسیر کی! میں نے کہا اِس قرآن میں ڈاکٹروں کیلئے بھی کچھ رکھا ہوا ہے اور قرآن کہہ رہا ہے کہ تم آ کر مجھ میں غور کرو تو میں تمہیں بھی کچھ دینے کو تیار ہوں۔ یہ آپ کی تعلیمات ہیں جو معجزہ ہیں اور معجزہ اُس دور کیلئے

نہیں ہے قیامت تک کیلئے ہے اور ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کیلئے اِس میں مواد موجود ہے۔

پھر اِس کے نظام یعنی اِس کا نظامِ سیاست ، اِس کا نظام معشیت ، اِس کا نظام عبادت ، اِس کے گھریلو تعلقات کا نظام ، انفرادی اور اجتماعی اخلاقی ضابطے وہ تو ایسے معیاری ہیں کہ اُس کا جواب کوئی نہیں لا سکتا۔ میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ آدمی جب قرآن پڑھتا ہے تو اِس کی کسی نہ کسی چیز پر اُس کا دل پکار اُٹھتا ہے کہ یہ حق کتاب ہے۔ میں جب پڑھتا ہوں تو میں کس جگہ کہتا ہوں کہ یہ حق کلام ہے؟ میں جب اِس کو پڑھتا ہوں تو اِس میں جو عورتوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں اور خاص طور پر جو طلاق کے مسئلے بیان کئے گئے ہیں تو اُس جگہ یہ دل گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے۔ کوئی اور ایسی بات نہیں کہہ سکتا ہے اتنی جز ئیات ، اتنی باریکیاں بیان ہوئی ہیں کہ کسی جگہ کوئی مسئلہ یا پیچیدگی (Complication) ہو سکتی ہے تو اُس کا حل چودہ سو سال پہلے بتایا ہوا ہے۔ آج کل اتنی تحقیقات ہو رہی حقوق پر ، اتنی یونیورسٹیاں ہیں اور اِن موضوعات پر پی۔ ایچ۔ ڈی ہو رہی ہے اور آج یہ اُس چیز کو نہیں پا رہے ہیں جو چودہ سو سال پہلے بیان کی ہوئی ہے۔

پھر آپ کی تعلیمات میں صرف کہی ہوئی باتیں نہیں ہیں صرف Theoratical Discussion نہیں ہے قرآن نے دعویٰ کیا ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں شک نہیں ہے یعنی ہم جو کچھ بیان کر رہے ہیں وہ عملی طور پر وجود میں آجائے گا ، اُس کے نتائج ہوں گے۔ اور اگر بیان کردہ نتائج حاصل نہ ہوں تو پھر آپ کہئے گا کہ اِس کتاب میں شک ہے۔　(باقی آئندہ)

☆☆☆☆☆☆☆

## ☆☆☆☆☆ ثاقب صاحب کی شادی خانہ آبادی ☆☆☆☆☆

رسالے کے مدیر جناب ثاقب علی خان طاہر خیلی صاحب کی شادی یکم مارچ ۲۰۰۸ء کو بخیر و عافیت انجام پائی۔ ادارہ اس سلسلہ میں ان کی اور ان کے والدین کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ سلسلہ کے سب حضرات اُن کے ولیمے سے بہت متاثر ہوئے۔ غازی اور حسن ابدال کے اس علاقے میں پرانے طرز کے ولیمے کا رواج قائم اور باقی ہے۔ مٹی کی ہانڈیوں میں گوشت پکایا جاتا ہے جو مٹی کے بڑے بڑے پیالوں میں ڈال کر پیش کیا جاتا ہے۔ ساتھ تندوری روٹی ہوتی ہے جسے سالن میں چورا کر کے سرید بنایا جاتا ہے۔ چار چار آدمی چار پائیوں پر بیٹھتے ہیں۔ ساتھ حلوہ ہوتا ہے۔ بڑے چھوٹے ، امیر غریب سب اسی طرز پر بیٹھتے ہیں۔ مساوات کا ایک حسین سماں ہوتا ہے۔ ضلع و تحصیل کے ناظم ، ثاقب صاحب کے خاندان کے ہیں لیکن سب اسی اسلامی اور عوامی طرز کے ولیمہ میں شامل تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆ واقعی یہ رواج علاقے کے لئے رحمت ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆

# تبصرۂ کتب

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

یہ تحریر پچھلے شمارے کے لئے لکھی گئی تھی۔ بھول جانے کی وجہ سے شائع نہ ہوئی۔

## نفائسِ اقبال:

لاہور سے برخوردار عبدالباسط صاحب ملنے کے لئے آئے۔ سلسلہ میں بیعت ہیں، آتے ہوئے کبھی کبھی ہدیہ لاتے ہیں۔ بڑے ہوشیار ہیں، بندہ کی دکھتی رگ پر انگلی رکھنے کی ان کو مہارت ہے۔ ایسا ہدیہ لاتے ہیں کہ بندہ پھڑک اُٹھے۔ اس دفعہ جناب حضرت سید نفیس الحسینی صاحب کی خطاطی کا شاہکار ''نفائسِ اقبال'' لے کر آئے۔ یہ خطاطی حکومتِ پاکستان نے لاہور کی مسجدِ اقبال اور ایوانِ اقبال کے لئے کروائی ہے۔ انتخاب کرنے والے کا انتخاب لاجواب ہے کیونکہ اس وقت دنیائے اردو میں، اردو کی خطاطی کے فن کے مینار کی آخری چوٹی اگر کوئی ہیں تو جناب مخدومنا و مخدومِ پاکستان سید نفیس حسینی صاحب ہی ہیں۔ واقعی سادات جس فن میں ہاتھ ڈال لیتے ہیں تو غیر سادات ان سے کہاں آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اس کتابی مجموعے کا انتساب انہوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی صاحب رحمۃ اللہ سے کیا ہے جنہوں نے اقبال پر نقوشِ اقبال نامی کتاب لکھی ہے۔ واقعی اقبال پر گذشتہ صدی میں جو کام ہوا، نقوشِ اقبال واحد بلند پایہ کتاب ہے کہ جس کے پایہ کو کوئی دوسرا مصنف نہ چھو سکا۔ واقعی اقبال پر لکھنے کے لئے صرف اردو ادب کی مہارت کافی نہیں تھی بلکہ سوزِ دروں والا دل چاہیئے تھا۔ جو واقعی مخدومنا سید ابوالحسن ندوی صاحبؒ کو حاصل تھا۔

بندہ کے زمانے میں ہمارے سکول میں انتہائی اعلیٰ خاندانوں کے بہت قابل اور ذمہ دار لوگ استاد اور سکول ماسٹر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے اساتذہ صاحبان نے اردو لکھائی میں ایسی راہنمائی کی کہ بندہ کو خطاطی کی ترتیب سے آگاہ کر دیا اور بندہ سکول کے زمانے میں کتابت کا کام کرتا رہا۔ بعد میں تو سائنسی تعلیم اور میڈیکل ڈاکٹری کی وجہ سے اس کو پیشہ نہ بنا سکا اور کمال آدمی اس چیز میں حاصل کرتا ہے جسے دن رات کا اوڑھنا بچھونا بنائے۔ اس لئے فن کے کمال کو تو حاصل نہ کر سکا لیکن فن کے کمالات کو تحریر میں دیکھ لینا اور اس سے لطف اُٹھانا اتنا حاصل ہے کہ اتنا نئے جذباتی نوجوانوں کو زلف و رخسار کے رنگوں اور پیچیدگیوں میں نہیں حاصل ہوتا ہوگا۔

جیسے کسی نے کہا ہے کہ اگر ابوالکلام کی تحریر 'غبارِ خاطر' کو تعمیری شکل دی جاتی تو دنیا کے لوگ ہندوستان کے تاج محل آگرہ کے بجائے غبارِ خاطر کو دنیا کا عجوبہ تسلیم کرتے۔ اس بحث کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ نفائسِ اقبال کی

خطاطی اگر تعمیری شکل میں سامنے لائی جائے تو تاج محل آگرہ اور شالامار باغ بلکہ موجود دنیا کے حسن و جمال کی بلندیوں کو بھی شکست دے دے۔

کتاب بندہ کے سامنے ہے اور دیکھنے سے آنکھوں کو نور، دماغ کو اطمینان وسکون اور دل کو جو فرحت وسرور حاصل ہورہا ہے وہ محسوس کرنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ تحریر کی نزاکت ونفاست، حسن وبانکپن یہ بات بتارہی ہے کہ صاحب قلم کی شخصیت میں باتیں موجود ہیں جو کہ تحریر میں جھلک رہی ہیں۔ واقعی اس استعداد پر جب انہوں نے محنت کی اور اصلاحِ نفس اور قلب کے سنوارنے کے شعبہ میں اس کو استعمال کیا تو آج صرف فنِ خطاطی کے امام نہیں بلکہ اسلامی دنیائے تصوف کے سلاسل کے بھی امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں درازی عمر تا حیات صحت وعافیت کے ساتھ نصیب فرمائے۔ ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کی دعاؤں سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آہ! یہ سطریں مکمل کر کے اشاعت والوں کے حوالے نہیں کی تھیں کہ حضرت کی وفات کا پیغام موبائل پر مل گیا۔ جنہیں پچھلی سطروں میں مدظلہٗ لکھا تھا رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے۔ موتُ العالِم موتُ العالَم، ایک حقانی عالم کی موت گویا پوری دنیا کی موت ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے فیوض و برکات کو جاری وساری رکھے۔ آمین!

## سوانح حیات حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاریؒ:

بندہ کے محترم ومہربان جناب عبدالقیوم حقانی صاحب کی طرف سے کتاب سوانحِ حیات جناب حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاریؒ ملی جو اس دور کے ایک بزرگ عالم کے حصولِ علم کے مجاہدات اور تدریس و دینی خدمات کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔ پڑھ کر تسلی ہوتی ہے کہ زمانہ کبھی اللہ والوں سے خالی نہیں ہوتا اور اللہ والے ہمیشہ اپنے آپ کو گمنامی میں رکھ کر کام کرتے ہیں لیکن اگر کوئی ان گمنام ہستیوں تک پہنچ جائے تو پھر

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کتاب علاوہ نیک جذبات کو ابھارنے والے مضامین کے اچھی علمی بحثوں سے بھی معمور ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

# سینیٹر جناب خالدمحمود سومرو صاحب کی ادارہ سے خط و کتابت

محترم المقام جناب

السلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہونگے۔گذشتہ دنوں (کراچی) ائیر پورٹ پر جو جائے نماز بنی ہوئی ہوتی ہے وہاں پر حضرت مولانا ڈاکٹر فدا محمد صاحب کا کتابچہ اصلاح نفس کے نام سے پڑا ہوا تھا۔اس کو سرسری طور پر دیکھا۔بے حد مسرت حاصل ہوئی۔اگر آپ وہ کتابچہ اور اس قسم کے دوسرے دینی کتب مجھے بھیج سکیں تو میں بے حد ممنوں رہوں گا۔

دعا گو

ڈاکٹر خالد محمود سومرو

مورخہ: ۲۰۰۸-۲-۴

**جواب:**

گرامی قدر جناب ڈاکٹر خالد سومرو صاحب

السلام علیکم!

ے برگِ حنا پہ لکھ کے رکھوں حالِ زارِ دل
شاید کہ رفتہ رفتہ لگے دلربا کے ہاتھ

یہ کسی شاعر کا شعر ہے کہ مہندی کے پتے پر دل کا پریشان حال لکھ کر رکھوں گا شاید آہستہ آہستہ محبوب کے ہاتھ پہنچ جائے۔بندہ کا کراچی ائیر پورٹ پر پڑا کتابچہ آپ کے ہاتھ لگا۔

ع قدرِ زر زرگر شناسد یا شناسد جوہری

سونے کی قدر یا سنار جانتا ہے یا جوہری اس کو بندہ اس طرح لکھا کرتا ہے۔

ع قدرِ زر زرگر شناسد قدرِ جوہر جوہری

سونے کی قدر سنار جانتا ہے،اور جوہر یا موتی کی قدر جوہری

بندہ کو قطعاً یہ دعویٰ نہیں کہ بندہ کی تحریر زر اور جوہر ہے۔ یہ دراصل اپنے اکابر کی باتیں جمع کی ہوئی ہیں واقعی ان کی باتیں تو خالص زر اور جوہر ہیں۔ آپ کی قدردانی سے بندہ کو بہت اعزاز محسوس ہوا۔ آپ کی خدمت میں

۱۔ اصلاح نفس (۲ عدد)

۲۔ آسان حج (۴ عدد)

۳۔ تعمیر شخصیت (۸ عدد)

۴۔ مردِ درویش (۱ عدد)

بھیج رہا ہوں۔ اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

محتاج دعا

ڈاکٹر فدا محمد بقلم خود

بخدمت گرامی

قابل صد احترام حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ

السلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہونگے۔

**احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحا** (نیک لوگوں سے محبت رکھتا ہوں اگر چہ ان میں سے نہیں ہوں۔ ہوسکتا ہے اللہ میری اصلاح فرما دیں)

والا حال ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صالحین میں سے کر دے۔ آمین

آپ کا محبت بھرا خط اور آپ کی ارسال کردہ انتہائی پیاری مطبوعات موصول ہوئیں۔ میں بصمیم قلب آپ کا ممنون و مشکور ہوں۔ انشاءَ اللہ تمام کتابوں کو مکمل طور پر پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ حضرت! میں آپ کی خصوصی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

دعا گو

ڈاکٹر خالد محمود سومرو

مورخہ ۲۰۰۸۔۲۔۲۲

☆☆☆☆☆☆☆

# صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ (تیسری قسط)

(شبیر احمد کاکاخیل صاحب دامت برکاتہٗ)

## صبح کاذب کا ہر روز نظر آنا۔

صبح کاذب کے ہر روز نظر آنے کی بھی احادیث شریفہ سے کوئی دلیل نظر نہیں آرہی ہے۔ البتہ اگر نظر آجائے تو از روئے حدیث اس کا سحری میں اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال ولا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر میں اسی طرف اشارہ ہے کہ بلالؓ کے اذان اور فجر مستطیل سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کہ وہ کھانا پینا بند کرے بلکہ اس کے لئے فجر مستطیر کا انتظار کیا جائے گا۔ اگر میں کسی کو کہہ دوں کہ تم چلتے جانا نہ تو زرد اشارے پر رکھنا نہ سبز پر بلکہ سرخ پر رکنا۔ اس میں سرخ پر رکنا لازم ہے۔ زرد اور سبز کا راستے میں آنا ضروری نہیں اگر آ جائے تو اتنا پتہ ہے کہ اس پر رکنا نہیں۔ پس یہی بات ہے کہ چاہے بلالؓ اذان دے چاہے فجر مستطیل کو دیکھو اس پر کھانا پینا بند نہیں ہوگا بلکہ فجر مستطیر دیکھوگے تو کھنا پینا بند ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں فجر مستطیل کا جو ذکر ہے بروجی روشنی پر اس کی تعریف صادق آتی ہے کیونکہ 18 درجے کے اور 15 درجے کے اوقات میں مستطیل اور مستطیر کا فرق نہیں ہوتا بلکہ دونوں مستطیر ہوتے ہیں البتہ بروجی روشنی مستطیل ہوتی ہے۔ اس کے لیئے ہم سائنسی ماہرین کی تحقیقات پیش کر سکتے ہیں کیونکہ جو دینیات سے چیز معلوم ہونی تھی یعنی صبح کاذب کی علامت وہ معلوم ہوگئی۔ اب یہ علامت کونسی روشنی کی ہے یہ ایک تجرباتی چیز ہے جس میں ماہرین سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ سے جو جدید ترین تحقیق اس کے بارے میں لی گئی ہے وہ آخر میں اپنڈکس میں موجود ہے۔

اس کے مطابق یہ روشنی خط استوا کے آس پاس ہر رات نظر آ سکتی ہے بشرطیکہ چاندنی زیادہ نہ ہو۔ درمیانے عرض بلد پر یہ موسم بہار و خزاں میں زیادہ بہتر نظر آ سکتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ یہ ہمیشہ نظر نہیں آتی تو اس کا دعویٰ کب کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں اس کا متواتر نظر آنا کب ثابت ہے؟ موسم بہار میں جب کہ درمیانی درجات عرض بلد پر یہ تقریباً عموداً پڑ رہی ہوتی ہے تو یہ شفق ابیض کے بعد نظر آتی ہے۔ (امداد الاحکام

میں اس کا مشاہدہ بالتفصیل دیا ہوا ہے اور حضرت تھانویؒ کا اس پر تبصرہ بھی ہے )۔اس کے برعکس موسم خزاں میں یہ صبح صادق سے پہلے نظر آتی ہے۔جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب نے اپنے احباب کی معیت میں اس کو کراچی میں دیکھا ہے( ص 80 صبح صادق اور صبح کاذب )۔اگر اس کو کوئی مشاہدہ تسلیم نہیں کرتا تو اس میں پروفیسر صاحب کا کیا قصور ہے؟۔موسم بھی وہی ہے جس کے بارے میں بتایا گیا ہے۔گواہیاں بھی موجود ہیں۔

## شرح چغمینی کی عبارت اور علامہ شامیؒ کی روایت :

شرح چغمینی میں ہے واما فی ابتداءِ الصبح فقد قیل ان انحطاط الشمس حینئذٍ خمسة عشر جزءً اس میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ایک تو یہ قد قیل کے ساتھ اس کو لکھا گیا اس میں مصنف نے اپنی کوئی دلیل کوئی تجربہ بیان نہیں کیا جو کہ تجرباتی اور تحقیقاتی امور میں ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا اس میں حوالہ ابوریحان البیرونی کا دیا گیا ہے جن کا اپنا قول اس کے خلاف ہے۔تیسرا یہ ایک تجرباتی چیز ہے جس کی تصدیق وتردید تجربے پر منحصر ہے۔ابوریحان البیرونی فجر کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے القانون المسعودی میں لکھتے ہیں۔

اولھا مستدق مستطیل منتصب یعرف بالصح الکاذب ویلقب بذنب السرحان ولا یتعلق بہ شیء من الاحکام الشرعیة ولا من العادات الرسمیة،

والنوع الثانی حمرة تتبعھا وتسبق الشمس وھو کالاول فی باب الشرع وعلیٰ مثلہ حال الشفق فان سببھما واحد وکونھما واحد ، وھو ایضاً ثلاثة انواع مخالفة الترتیب لما ذکرنا ، وذالك ان الحمرة بعد غروب الشمس اول انواعہ ، والبیاض المنتشر ثانیھا ، واختلاف الائمة فی اسم الشفق علی ایھمایقع اوجب ان یتنبہ لھما معاً ، والثالث المستطیل المنتصب الموازی للذنب السرحان ، وانما لا یتنبہ الناس لہ لأن وقتہ عند الاختتام الاعمال واشتغالھم بالاکتنان ، واما وقت الصبح فالعادة فیہ جاریة باستکمال الراحہ والتھیؤللتصرف فھم فیہ منتظرون طلیعة النھار لیأخذوا فی الانتشار فلذالك ظھر لھم ھٰذا وخفی ذالك ،

و بحسب الحاجۃ الی الفجر و الشفق رصد اصحاب ھٰذہ الصناعۃ امرہ فحصلوا من قوانین وقتہ ان انحطاط الشمس تحت الافق متیٰ کان ثمانیۃ عشر جزء کان ذالک الوقت طلوع الفجر فی المشرق و مغیب الشفق فی المغرب ولمّا لم یکن شیاً معیناً بل بالاول مختلطاً اختلف فی ھٰذا القانون فراٰہ بعضھم سبع عشر جزءاً

اس عبارت کو اگر غور سے پڑھا جائے تو اس میں صبح صادق اور شفق دونوں کے لئے 18 درجے کا وقت بتایا ہے اور بعض صورتوں میں بعض کے حوالے سے اس کو 17 درجے کے وقت کے ساتھ مختلط بتاتے ہیں کیونکہ حضرت اس میں بیاض مستطیل اور حمرۃ کو ایک طرح کا سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ شرعی احکامات وابستہ نہیں اور لوگوں کو چونکہ شفق اور فجر (صادق) کی ضرورت پڑتی ہے اس لیئے اس کے لیئے قوانین جو وضع کیئے گئے تھے وہ بتا دیئے کہ صبح صادق اور شفق کے لیئے 18 درجے زیر افق ہیں۔ اب اگر البیرونیؒ خود اس کو صبح صادق کے لیئے بتاتے ہیں تو ناقل کو کیا حق ہے کہ اس کو اپنی طرف سے صبح کاذب کے لیئے سمجھے۔ بظاہر یہ سہو ہے۔ چونکہ یہ تجرباتی امر ہے اس لیئے تجربے سے اس کی تصدیق یا تکذیب کرنی چاہیئے۔ بہرحال تجرباتی امور اس قسم کے اشکالات کی موجودگی میں قابل نقل نہیں رہتے واللہ اعلم۔

علامہ شامیؒ کا قول جو بعض حضرات نقل کرتے ہیں کہ حضرتؒ نے صبح صادق و کاذب میں اور شفق احمر و ابیض میں 3 درجے کا فصل بتایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ نے اس سے پہلے لکھا ہے لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال ولا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر فی الافق فالمعتبر الفجر الصادق و ھوالفجر المستطیر ا الذی ینتشر ضوءہٗ فی أطراف السماء لاالکذب و ھوالفجر المستطیل الذی یبدو طویلاً فی السماء کذنب السرحان ای الذئب ثم یعقبہ ظلمۃ۔ یعنی تمہیں نہ روکے سحری میں کھانے سے بلالؓ کی اذان اور نہ ہی فجر مستطیل لیکن فجر مستطیر (پر رکنا چاہیئے) اور وہ صبح صادق ہے جو فجر مستطیر ہے جسکی روشنی آسمان کے اطراف میں منتشر ہوتی ہے نہ کہ صبح کاذب جو کہ لمبائی کے رخ شروع ہوتی ہے جیسا کہ بھیڑیئے کی دم ہو، پھر اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آگے محقق علی آفندی الداغستانی سے نقل کرتے ہیں کہ

دونوں صبحوں اور شفقوں کے درمیان تین درجات کا فصل ہوتا ہے۔

اس میں علمی باتیں تین ہیں۔ معتبر صرف صبح صادق ہے۔ جس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی روشنی افق پر پھیلی ہوتی ہے۔ صبح کاذب کا کوئی اعتبار نہیں جو آسمان میں طولاً یعنی افق سے بلندی کے رخ چڑھتی ہے جیسا کہ بھیڑیئے کی دم ہوتی ہے۔ اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے یعنی صبح صادق سے پہلے صبح کاذب کا غائب ہونا حضرتؒ ضروری سمجھتے ہیں۔ آگے فنی بات ہے۔ جس کا فن کے مستند اصولوں کے مطابق جائزہ لینا ضروری ہے۔ جس بات میں علم اور فن دونوں جمع ہوں اس کا تجزیہ اچھا خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں محدث کی بات اور فقہ میں فقیہ کی اور تصوف میں صوفی کی بات معتبر ہوتی ہے۔ اسی طرح فن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے۔ پس صورت مذکورہ میں ہر محقق کی بات اس کے فن میں معتبر ہوگی اور اگر اس کی عبارت کے اس حصّے میں جس میں اس کا اختلاف اس فن کے ماہر کے ساتھ آئے تو پھر وہاں اس ماہر کی بات مانی جائے گی اور اس محقق کے قول میں تاویل کی جائے گی۔ ڈاکٹر اگرچہ دوائیوں میں اور جسم کے تعاملات میں جو کیمسٹری استعمال ہوتی ہے اس سے کچھ کچھ آگاہ ہوتا ہے لیکن اس کی تفصیلات میں اس کو کیمسٹ کے ساتھ رابطہ کرنا پڑتا ہے خود اس میں آزادانہ فیصلہ خطرے سے خالی نہیں ہوتا بالخصوص جبکہ کوئی بڑا کیمسٹ اس کے خلاف لکھ بھی چکا ہو۔ اب چونکہ یہاں قیل کے عنوان سے بات کی گئی ہے، اس لیئے اس میں تو ویسے بھی سوچنے کی گنجائش موجود ہے کہ لکھا تو بہت سارے لوگوں نے، ہم کیوں نہ یہ بات ان سے لیں جو اس فن کے ماہر ہیں۔ اب ذرا انصاف سے دیکھا جائے کہ ہم حضرتؒ کے ساتھ حضرت کی ساری علمی باتوں کے ساتھ متفق ہیں کہ ہماری صبح صادق مستطیر ہے اور صبح کاذب (بروجی روشنی) مستطیل ہے اور اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔ آج کل کے محققین سب اس پر متفق ہیں کہ 18 درجے زیر افق کی روشنی مستطیر ہوتی ہے یعنی قوس کی شکل میں ہوتی ہے حتی کہ جو اس کو صبح کاذب مانتے ہیں وہ بھی اس کا قوس ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ شامیؒ کی بات اپنے حق میں نقل کرنے والوں کا عمل یہ ہے کہ وہ 18 درجے زیر افق کے وقت پر صبح صادق کا وقوع سمجھتے ہیں حالانکہ یہ مستطیر روشنی ہوتی ہے مستطیل نہیں۔ 18 درجے زیر افق اور 15 درجے زیر افق کی روشنی کے درمیان اندھیرا بالکل نہیں ہوتا بلکہ روشنی مسلسل بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اس لیئے حضرتؒ کے قول کے ناقلین حضرتؒ کے علمی مسلک کے تو خلاف ہیں اور اس حصّے میں جو حضرت کی اپنی تحقیق نہیں اور فنی بات ہے اس میں حضرت کی تقلید

کرنا چاہتے ہیں اور ماہرین فن کی نہیں ۔شاید اسی کو کہا جاتا ہے دن کو رات اور رات کو دن بنانا ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے ۔اس کے برعکس ہم حضرت کے فن یعنی علمی تحقیق میں حضرت کے ساتھ ہیں اور فنی بات میں ماہرین فن کے ساتھ ہیں اور حضرت کی بے ادبی کئے بغیر حضرت کے اس فنی حصّے سے عذر کریں گے جو ہمارے اور ماہرین کے صریح مشاہدات کے خلاف ہیں۔

اس مسئلے میں ایک اصولی بات یاد رکھنی چاہئے کہ دینیات میں تو بات ہوتی ہے ابتدا کی ،اور فنی امور میں بات ہوتی ہے انتہا کی ۔کیونکہ سائنس میں دن بدن ترقی ہورہی ہے ۔اس لئے جو فنی چیزیں ہیں ان کو قرآن وحدیث کی طرح نہیں لینا چاہئے بلکہ ان کو مشاہدات پر پرکھنا ضروری ہے کہ اگر کوئی کمی بیشی رہ گئی ہو تو وہ پوری ہوجائے ۔اب جہاں تک شامی کی روایت ہے اس کے مطابق صبح صادق اور صبح کاذب اور شفق احمر اور شفق ابیض میں تین تین درجے کا فصل ہے حالانکہ شفق احمر کے مشاہدات جو احقر نے چھ مہینے کئے تھے اس میں پہلے دن ہی کا مشاہدہ ساڑھے 12 درجے کا ہوا پھر اس میں کمی بیشی آتی رہی اور چھ مہینے میں یہ ساڑھے بارہ درجے اور ساڑھے سولہ درجے کے درمیان دائر رہا ۔اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات شفق ابیض کو 15 درجے زیر افق پر مانتے ہیں ان کی بات تو پہلے دن ہی مجروح ہوگئی کیونکہ ساڑھے 12 درجے کے ساتھ 3 جمع کرنے سے ساڑھے پندرہ بنتے ہیں تو شفق ابیض ساڑھے پندرہ پر ہوئی جو کہ انکے منقولہ شفق ابیض کے درجہ زیر افق سے زیادہ ہے اور جو زیادہ سے زیادہ یعنی ساڑھے سولہ درجے کا جو مشاہدہ تھا اس کے مطابق شفق ابیض ساڑھے انیس درجے پر بنتی ہے اتنا تو ہم بھی نہیں مانتے لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ منقولہ قول میں سقم پایا جاتا ہے اور چونکہ یہ قرآن وحدیث نہیں بلکہ تجرباتی بات ہے اس لئے تجرباتی بات نے تجرباتی بات کے سقم کو دور کردیا۔ یاد رہے کہ راقم نے یہ مشاہدات چھ مہینے کئے تھے اور حضرت نے جن سے نقل کیا تو اس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ کتنے عرصے کے مشاہدات کا یہ نتیجہ ہے ۔پہلے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ صرف میرا مشاہدہ ہے اگر چہ اس پر میرے ساتھ گواہ بھی ہیں لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کوئی بھی ان مشاہدات کو دس پندرہ دن کرے ان شاء اللہ صورت حال صاف ہوجائے گی اور اطلاعاً عرض ہے کہ اب تو الحمد للہ یہ مشاہدہ جناب ڈاکٹر شوکت صاحب جن کی تحقیقات کی تشہیر جناب نفیس صاحب کیا کرتے تھے انہوں نے بھی ان مشاہدات کی تصدیق کرلی ہے۔

(جاری ہے)

# میرے سفر

(ڈاکٹر ارشاد صاحب، شعبۂ سول انجینئرنگ، انجینئرنگ یونیورسٹی، پشاور)

مجھے پی ایچ ڈی کے سلسلے میں کینیڈا کا سفر درپیش آیا۔ ڈاکٹر فدا محمد صاحب (جن کے ساتھ میرا بیعت کا تعلق ہے) نے سفر کے اہم واقعات کو قلم بند کرنے کا حکم فرمایا۔ محترم جناب ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتھم کی ہدایات کے مطابق کینیڈا کے قیام کے دوران پیش آنیوالے دو واقعات قلمبند کرنا چاہتا ہوں۔

**پہلا واقعہ:** ایک امریکن عورت کے اسلام قبول کرنے کا ہے۔ جنوری 2006 میں کینیڈا PhD Research کے سلسلے میں (University of Western Onario(UWO گیا تھا۔ ان دنوں UWO کی (MSA (Muslim Student Association نے ایک امریکی خاتون جو 1977 میں اسلام قبول کر چکی تھیں کو UWO میں طلباء سے خطاب کرنے کی دعوت دی تھی۔ اس خاتون کا نام آمنہ اسیلمی تھا۔ انھوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنایا۔ میں ان کے لیکچر کا خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ وہ 1970s کی یادیں دھراتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں Southern Baptist تھی جو عیسائیت کے ایک بڑے فرقہ Protestant کی ایک شاخ ہے۔ میں اپنے دین پر خوش تھی۔ میں شادی شدہ تھی اور کاروبار Family Buisness چلاتی تھی۔ دو بچے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ان دنوں میں میرا Scholarship ہوا اور میں کالج پھر سے جانے لگی۔ اور Buisness administration میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی میں پہلے دن جب میں کلاس میں گئی تو دیکھا کہ کلاس میں کچھ عرب ہیں۔ ان کو دیکھ کر میری طبیعت پر بوجھ پڑا اور میں کمرے سے فوراً باہر نکل گئی۔ اور اپنے آپ سے کہا کہ میں ان شتربانوں کے ساتھ نہیں بیٹھونگی۔ یہ گندے، بھوکے، خطرناک اور بیمار ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے کم از کم بیماری ضرور ہو جاتی ہے۔ میں گھر واپس آئی۔ اور اپنے خاوند جو ایک Electrical Engineer تھا ان کو واقع سنایا اور میں نے کہا کہ میں یہ کلاس چھوڑنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے مجھے بہت سمجھایا کہ اگر یہ کلاس چھوڑ دو گی تو تمھارا G P A (امتحانی معیار) خراب ہو جائے گا اور تمھارا Scholarship منسوخ ہو جائیگا۔ مگر میں نہ مانی۔ آخر میں انہوں نے مجھے کہا کہ Jesus has a reason for everything (مسیح علیہ السلام ہر چیز کی وجہ بتاتے تھے) تو میں اپنے خلوتخانے میں گئی اور دو دنوں تک دعا کرتی رہی۔ آخر میں نے ٹھان لی کہ میں کلاس جاؤں گی اور ان عربوں کو عسائیت میں لا کر جہنم کہ آگ سے بچاؤں گئی۔ میں نے کلاس میں ان کے نزدیک بیٹھنا شروع کیا اور ان کو عیسائیت کی دعوت دیا کرتی۔ وہ میری باتوں کو

سنتے مگر متاثر نہ ہوتے۔میں نے ٹھان لی کہ میں انکی مذہبی کتاب (قرآن) کا مطالعہ کرونگی۔اوران پر یہ ثابت کرونگی کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے اور محمدﷺ نعوذ باللہ جھوٹے خدا ہیں۔میں دو سالوں تک قرآن کا تفصیلاً مطالعہ کرتی رہی۔اور غیر محسوس طریقے سے بدلتی رہی۔میں اکثر خاموش رہتی اور خاوند کے ساتھ چھٹی کے دن Party پر بھی جانا بند کر دیا۔ہماری آپس میں ہر وقت arguments ہوتیں۔میرے شوہر کو شک تھا کہ میرا کوئی Boyfriend (مرد دوست) ہے جس کی وجہ سے میر رویہ ایسا ہو گیا ہے۔اس لیے میں کچھ مدت کیلئے الگ گھر میں اپنے دو بچوں کہ ساتھ رہنے لگی۔ایک دن دروازے پہ دستک ہوئی۔دروازے پہ جا کر دیکھا تو تین عرب ہیں جنھوں نے پاجامے پہنے ہوئے ہیں اور ان کے سروں پر table cloth ہے۔ان کو دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا کہ انہوں نے یہ کپڑے پہن کر میری بے عزتی کی ہے۔انکے امیر نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مسلمان ہونا چاہتی ہیں۔میں نے کہا کہ میرے مسلمان ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے بہر حال میرے کچھ سوالات ضرور ہیں۔میں نے انکو گھر میں بٹھایا اور اپنا قرآن ہاتھ میں پکڑا جس کا size کافی بڑا ہو گیا تھا کیونکہ میں نے اسکے مختلف مقامات پہ paper pins، paper pieces, highlights لگا رکھے تھے۔میں نے انکے امیر سے مختلف سوالات پوچھنے شروع کیے۔انہوں نے سارے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔وہ عرب اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک تحفہ تھے۔کیونکہ ان کے پاس نہ صرف علم بہت زیادہ تھا بلکہ بہت صبر بھی تھا۔وہ مجھ سے دلبرداشتہ نہیں ہوئے چاہے میں نے جو بھی پوچھا اور نہ ہی اس نے مجھے ٹوکا۔وہ مجھے آخر تک بغور سنتا اور آخر میں مسکرا کر آیت مبارکہ کو اپنے context میں مجھے Explain کرتا۔اس دن قرآن مجھے پہ ایسا کھلا جیسے گلاب کے پھول کی کلیاں میرے سامنے کھل رہی ہیں۔اسی دن میں نے کلمہ شہادت پڑا۔مگر اسلام میرے دل میں بہت پہلے سے داخل ہو چکا تھا۔قرآن میں ہر چیز نے مجھے convince کیا۔میں اپنے ساتھ جھگڑتی تھی کہ میں کیسے مسلمان ہو سکتی ہوں میں American ہوں میں white ہوں۔مجھے یہ بھی خدشہ تھا کہ اگر میں اسلام لے آئی تو میرے خاندان والوں اور دوستوں کا کیا ردعمل ہو گا۔مگر قرآن میں ناقابلِ تردید حقائق تھیں۔میں Women Libration Movement کی ایک سرگرم رکن تھی۔میں نے قرآن میں عورتوں کے جو حقوق پائے یہ وہ تھے جس کے لئے ہم تگ و دو کر رہے تھے۔قرآن میں عورتوں کے حقوق کے سلسلے

میں ہماری Women Libration Movement کی رہنمائی کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔ میں نے فلسفیوں کو پڑھا ہے، Educators کو پڑھا ہے، Psychologist اور Sociologist کو پڑھا ہے مگر قرآن میں جو پایا وہ کہیں بھی نہ پایا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اس کا writer ہو۔ میں نے اسلام قبول کیا اور میرے گھر والوں کو اسکا پتہ چلا۔ میرے خاوند کو یہ یقین تھا کہ میرا کوئی boyfriend ہے کیونکہ انکے مطابق کوئی اپنا دین کسی اور وجہ سے نہیں چھوڑتا سوائے اپنے boyfriend کے لئے۔ ہمارا طلاق کا کیس عدالت کو گیا۔ جج کے مطابق میرا unorthodox religion (اسلام) بچوں کی پرورش کیلئے نقصان دہ ہوگا اسلیے جج نے مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دی تاکہ میں یہ فیصلہ کرسکوں کہ یا تو اسلام چھوڑ دوں اور اپنے بچوں کو لے لوں اور یا اسلام کو لے لوں اور اپنے بچوں کو چھوڑ دوں۔ میں اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی۔ ہمارا آپس میں بہت انس تھا۔ میرے بچے بہت ہی اچھے اور بہت ہی پیارے تھے (special and precious) تھے۔ اور ابھی مجھے جج کہہ رہا ہے کہ اس Unorthodox Religion کی وجہ سے بچے چھوڑ دو۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر میں جھوٹ کہوں کہ میں نے اسلام چھوڑ دیا ہے تو مجھے کبھی بھی یہ موقع نہیں ملے گا کہ اپنے پچوں کو اسلام کے بارے میں بتاؤں۔ اور اگر میں نے بچوں کو کہا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو میں اپنے بچوں کو جھوٹ سکھاؤنگی۔ کافی دیر دعا کے بعد میں نے جج سے کہا کہ میں اپنے بچوں کو اللہ کے حوالے کرتی ہوں۔ جج نے کہا تمہارا مطلب ہے کہ تم اپنے بچوں کو چھوڑنا چاہتی ہو۔ میں نے کہا نہیں میں اپنے بچوں کو اللہ کہ ہاتھوں میں چھوڑتی ہوں اور اللہ ان کی حفاظت کرے گا اور وہ مجھے اپنے بچے واپس دے دے گا۔ تیس سال کے بعد اب بھی جب میں اس واقعہ کو یاد کرتی ہوں تو دل میں درد محسوس ہوتا ہے۔

میری امی کو یقین نہیں تھا کو میں اسلام لانے میں سنجیدہ ہوں وہ یہی کہتی تھی کہ یہ میری ایک عارضی حالت ہے اور بہت جلد میں اس سے نکل جاؤنگی۔ میرے ابو بہت پرسکون آدمی تھے۔ لوگ ان کے پاس سخت وقت میں حوصلہ افزائی اور مشورہ کے لیے آتے تھے۔ میرے والد صاحب نے میرے ایمان لانے پر بندوق اٹھائی۔ اور مجھے قتل کرنا چاہا۔ انکا خیال تھا کہ قبل اسکے کے میں جہنم کے آخری درجے میں پہنچوں وہ مجھے قتل کر دیں۔ میری بہن جو ذہنی امراض کی ماہر تھی نے مجھے پاگلوں کے ہسپتال میں داخل کروانے کی کوشش کی۔

میں Broad Caster تھی ۔اسلام لانے کے بعد میں نے سکارف اوڑھنا شروع کیا تو میرے Employer نے مجھے کہا کہ یا تو یہ سکارف جائے گا اور یا تمھاری نوکری جائے گی۔اسلئے مجھے نوکری سے نکال دیا گیا۔اور میرے دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا کیونکہ میں انکے ساتھ party پہ نہیں جاتی تھی اور انکے لیے میں مزید Fun نہ رہی۔بس میں بالکل الگ تھلگ رہ گئی۔

میں نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلام کو اپنی زندگی میں لے آئی۔انہوں نے کہا کہ

"I am so very glad that I am a Muslim. Islam is my life. Islam is the beat of my heart. Islam is the blood that courses through my veins. Islam is my strength. Islam is my life so wonderful and beautiful. Without Islam I am nothing,and should Allah ever turn His magnificent face from me, I could not survive."

ترجمہ: میں بہت ہی خوش ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔اسلام میری زندگی ہے۔اسلام میرے دل کی دھڑکن ہے۔اسلام وہ خون ہے جو میری رگوں میں دوڑتا ہے۔اسلام میری قوت ہے۔اسلام میری زندگی ہے ہے اتنا حیرت انگیز اتنا خوبصورت۔اسلام کے بغیر میں کچھ نہیں ہوں۔خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لے تو میں باقی بھی نہیں رہ سکتی۔

میری نانی جان مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں انکی عمر سو سال سے اوپر تھی۔ ہمارے خاندان میں وہ پہلی عورت تھی جس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کچھ ہی دنوں بعد وفات پا گئیں۔میں اپنی امی کی پہلے سے زیادہ عزت کرنے لگی۔اور انکی بات پہلے سے زیادہ غور سے سننے لگی۔میری امی کو ایک بہت مہربان، بڑی سخی، بہت پیار کرنے والی، اور بڑی اچھی بیٹی ملی۔میرے اسلام لانے کے چند سالوں بعد میری امی نے مجھے فون کیا اور مجھ سے پوچھا کہ

"What you have to do to become a muslim"

ترجمہ:مسلمان بننے کے لئے آپ کو کیا کرنا ہوتا ہے۔

میں نے کہا کہ آپ کو صرف یہ کہنا ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔امی نے غصے میں کہا کہ

(ہر احمق اس بات کو Every fool knows this but What you have to do جانتا ہے یہ بتاؤ کہ کرنا کیا ہوتا ہے۔) تو میں نے کہا کہ اگر آپ اس پر ایمان رکھتی ہیں تو آپ پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ پھر امی نے کہا کہ اپنے ابو کو میرے اسلام کی اطلاع نہ کرنا۔ امی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کچھ دنوں پہلے اسی قسم کہ گفتگو ابو نے مجھ سے کی ہے اور وہ بھی مسلمان ہیں۔ مضحکہ خیز چیزیں ہمارے گھر میں ہو رہی تھیں کہ کئی سالوں سے میرے والدین مسلمان ہو کر رہ رہے تھے مگر ایک دوسرے کو پتہ نہیں تھا۔ میرا بیٹا جب 21 سال کا ہوا تو مجھے فون کیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ میرا خاوند 16 سال کے بعد آیا اور مجھ سے معافی مانگی۔ اور اسلام قبول کیا۔ اسنے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کے لئے وہی دین پسند کیا ہے جس پر تم ہو۔

یوں آمینہ اسیلمی اسلام قبول کر کے اور انکے کہنے کے مطابق "I lived Islam" یعنی اسلام اپنی زندگی میں لا کر اپنے گرد و پیش کے ماحول پر اثر انداز ہوئیں۔ اور اسلام کی سفیر کے طور پر کام کیا۔ انکی نوکری تو جاتی رہی مگر اب وہ International Union of Muslim Women کی صدر ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے حقوق کیلئے کافی کام کیا ہے اور کر رہی ہیں۔ اسلام لانے کے بعد ڈاکٹروں نے کہا کہ انکا کینسر ہے اور چند مہینے زندہ رہ سکیں گی اور وہ بال بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہیں گی۔ اللہ کی شان کے اس حالت میں اللہ نے ان سے حج کروایا کہ انکے مرنے سے پہلے ایک ہی خواہش تھی کہ حج کر لوں۔ اور اللہ نے صحت یابی بخشی۔ دوسری شادی سے اللہ نے بیٹا دیا۔ اور وہ مسلسل اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

**دوسرا واقعہ:** میں پچھلے سال جون 2007 میں کینیڈا گیا، ساتھ میں ایک دوست بھی تھا۔ جس apartment میں ہم رہ رہے تھے۔ اسکے دوسرے کمرے میں ایک افغانی لڑکا بھی تھا جو کچی گھڑی سے بہت کم عمری میں آیا تھا۔ یہاں آ کر اسکا کوئی سرپرست نہیں تھا اور یہاں کے کالوں کے ساتھ رہ چکا تھا۔ ہم نے آتے ہی نماز با جماعت اذان کے ساتھ شروع کی۔ اور یہ لڑکا کبھی کبھی ہمارے ساتھ نماز ادا کرتا اور ہمارا کچھ خیال کرتا۔ اسکا ایک کینیڈین سفید لڑکی کے ساتھ تعلق تھا جو ہمارے گھر آتی اور اسکے ساتھ کمرے میں ہوتی۔ میں انکی اس حرکت کو اچھا نہ سمجھتا اور اکثر گھر میں اسکے خلاف احتجاج کرتا۔ لڑکی سے بالکل بات نہ کرتا اور نہ ہی اسکے "Helo,Hi" کا جواب دیتا۔ اور اس سب کا مقصد یہ تھا کہ میں انکو یہ احساس دلاؤں کہ

میں انکی اس حرکت کو پسند نہیں کرتا۔کافی دن اس حالت میں گزر گئے۔ایک دن اس لڑکے نے مجھے کہا کہ یہ لڑکی مجھ سے اکثر اسلام کے بارے میں سوالات کرتی ہے۔اور مجھے اسکا جواب نہیں آتا۔اسنے کہا کہ اس لڑکی نے پچھلے سال ہمارے ساتھ رمضان کے کچھ روزے رکھے۔ اور آنے والے روزوں کے انتظار میں ہے۔میں نے کہا کہ اس لڑکی کو میرے ساتھ ملا سکتے ہو۔اس لڑکی سے میں نے پہلے یہ پوچھا کہ تم اسلام کے بارے میں کیوں دلچسپی لیتی ہو۔اسنے کہا کہ پچھلے سال رمضان میں روزے رکھے تھے جس کی وجہ سے دل امیں ایک نور کو محسوس کیا تھا۔اس لڑکی کا تعلق Jehovah Witness سے تھا جو کہ عسائیت مذہب کا ایک فرقہ ہے جس کے عقیدے کے مطابق عیسیٰؑ اللہ نہیں ہیں اور وہ عقیدۂ تثلیث کے قائل نہیں ہیں۔اس لڑکی کو گھر والوں نے گھر سے نکال دیا تھا کیونکہ اسنے روزے رکھے تھے اور مسلمان لڑکوں کے ساتھ پھرتی تھی۔اور Jehovah Witness کی تعلیمات کے مطابق جو بھی Jehovah Witness کی تعلیمات کو چھوڑے گا اس کے ساتھ قطع تعلق کرنا ہوگا۔اور اب وہ ایک پاکستانی family کہ ساتھ ایک paying guest کے طور پر رہ رہی تھی۔اس واقعہ کے بعد میرا کچھ تعلق اس لڑکی سے قائم ہوگیا۔اور اس لڑکی نے قرآن پاک کا ترجمہ شروع کر دیا۔وہ مجھ سے مختلف سوالات کرتی ۔اور میں اپنی معلومات کے مطابق جوابات دیتا۔ایک دن میں نے انٹرنیٹ پر اسے ایک لڑکی کی convert story سننے کو کہا وہ سنتی رہی اور اسکے آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔بہرحال مجھے انکے ناجائز تعلق کے بارے میں بہت فکر تھی کیونکہ یہ لڑکی کی ہدایت میں رکاوٹ تھی خاص کر رمضان کے مہینے میں جو جلد آنے والا تھا۔اس لئے میں نے ان سے بات کی کہ اگر وہ شادی کریں تو بہت بڑے گناہ سے بچ جائیں گے۔وہ بخوشی راضی ہوئے تو میں نے کہا کہ کل تم لوگوں کی شادی کراؤنگا۔اگلے دن لڑکی اپنے وقت پر ہمارے گھر آئی۔اس نے نئے کپڑے اسی دن خریدے ہوئے تھے۔اور کہہ رہی تھی کہ کل رات دیر تک مجھے خوشی کی وجہ سے نیند نہ آئی تھی۔اسے پاکستانی family نے دلہن بنایا ہوا تھا۔میں نے دونوں کا نکاح پڑھوایا اور دو دوست بطور گواہ اور بھی موجود تھے۔میں نے 500 کینیڈین ڈالر مہر رکھا۔اور آخر میں خوب دعا کی۔کچھ دنوں بعد اس لڑکی نے مجھے کہا کہ دعا کے دوران میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے تھے۔رمضان آیا تو اس لڑکی نے تمام روزے رکھے۔پاکستان آنے کے بعد ایک دن اس سے فون پر بات ہوئی تو اس نے کہا کہ آجکل میں Rights of women in islam کے بارے میں مطالعہ کر رہی ہوں۔اللہ تعالیٰ اس کو استقامت دے اور ہماری نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بنائے۔آمین۔

# حالتِ نزع (پندرہویں قسط)

(ڈاکٹر فہیم شاہ، ڈسٹرکٹ سپیشلسٹ، کوہاٹ)

حضرت ابراہیمؑ نے ملک الموت سے فرمایا کہ تم جس صورت میں فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو، وہ مجھے دکھاؤ۔انھوں نے عرض کیا آپؑ اس کا تحمل نہ فرما سکیں گے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں تحمل کرلوں گا۔حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا کہ اچھا دوسری طرف منہ کر لیجیے۔حضرت ابراہیمؑ نے منہ پھیرلیا۔اس کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا، اب دیکھ لیجیے۔حضرت ابراہیمؑ نے جب اوپر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیو کی شکل) بال بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبو، کالے کپڑے۔اس کے منہ اور ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو یہ حالت دیکھ کر غش آگیا۔بڑی دیر سے افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے۔حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ اگر فاجر شخص کے لیے کوئی آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اس کی آفت کے لیے کافی ہے۔یہ فاجر کا حال ہے۔لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی روح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صورت میں ہوتے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ نے پھر ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ جس میں نیک بندوں کی روح قبض کی جاتی ہے۔تو انھوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے خوشبوئیں مہکتی ہوئی سامنے ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مومن کے لیے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے۔

۲۷ سالہ مریض بخار کی حالت میں ہسپتال داخل کیا گیا۔وہ اپنے ہوش و حواس میں نہ تھا۔کمبل اوڑھے منہ کو چھپائے چارپائی پر لیٹا تھا۔میں نے کمبل ہٹانے کی کوشش کی تاکہ اس کو دیکھ سکوں اور تفصیل کے ساتھ معائنہ ہو سکے، مگر اس نے اپنا چہرہ کمبل میں سے ظاہر نہ کرنے دیا۔کچھ ادویات تجویز کر کے میں چلا آیا۔ادویات کے اثر سے کچھ اس کی طبیعت بہتر ہوئی۔اس کی باتیں کچھ سمجھ میں آتیں کچھ نہ آتیں۔اکثر اوقات اپنے پاس بیٹھنے والوں کے ساتھ وہ باتیں کرتا لیکن ساتھ گالیاں بھی دیتا۔کچھ مزاج کے خلاف بات ہو جاتی تو بہت غصہ کے ساتھ پیش آتا۔چھوٹا پیشاب کرنے کی سمجھ آہستہ آہستہ ختم ہوگئی۔کھانا پینا کم ہوگیا۔ناک کی نالی ڈالنے کی کوشش کی گئی لیکن ہر بار وہ باہر نکال دیتا۔بے چینی زیادہ تھی۔اس کی ادویات میں نیند لانے کی ادویات کا اضافہ کیا گیا تاکہ سکون آسکے۔دوائی کا اثر ختم ہو جاتا تو پھر پہلی حالت بحال ہو جاتی۔اس کی خدمت کرنیوالے کافی پریشان تھے۔مجھ سے کہنے لگے اس مریض کا کچھ کریں۔میں نے مریض کی حالت ان سے بیان کی کہ اس کا دماغ کمزور ہے، جس میں سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت کم ہوگئی ہے۔بخار اب پہلے سے بہتر ہے۔لیبارٹری ٹسٹ بمع دماغ کے ایکسرے کے ٹھیک ہیں۔اس کو اس وقت خدمت کی ضرورت ہے۔ان

کی گالیوں، ناراضگی اور غصہ کی پروانہ کریں۔ اور برداشت کریں، اللہ تعالیٰ اجر دیں گے۔ میں نے کچھ سوال ان سے مریض کی سابقہ زندگی کے متعلق کیئے۔ اس کی ملازمت پولیس کی وردی پہننے سے شروع ہوئی جو ۱۵ سال پورے کرنے پر ختم ہوئی۔ ساری زندگی تھانوں کچہریوں میں گزاری۔ گالیاں دینا عادت تھی۔ غصہ ان کی طبیعت میں شامل تھا۔ بہت کم اپنی زندگی میں بیمار ہوئے۔ اچھی جوانی گزاری۔ لوگ ناراض بھی ہوئے، خوش بھی ہوئے۔ میں نے اس بیمار کو انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں بھیج دیا۔ دوسرے دن میں گیا تو وہ پہلے سے زیادہ خراب تھا۔ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے بائیں کروٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے چہرے کی طرف لے جاتا پھر پیچھے کرتا۔ اپنے ہوش وحواس مکمل کھو چکا تھا۔ جان پہچان ختم ہوگئی تھی۔ پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے میں نے کہا کہ کچھ ادویات کا میں اضافہ کرتا ہوں لیکن مجھ سے باہر آ کر مل لے تاکہ مریض کے بارے میں معلومات فراہم کرسکوں۔ وہ کچھ رشتہ داروں کو لے کر میرے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ایک وقت مقرر ہے۔ اس مریض کا اپنے چہرے کو بار بار چھپانا، سانس کا بے ترتیب ہونا اور نبض کی رفتار کا کم ہونا اس کے آخری لمحات کا اشارہ دیتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے اس کے کان کے قریب آہستہ آہستہ کلمہ پڑھنا شروع کردیں اور دوسرے احباب کو سورۃ یٰس پڑھنے کا کہیں۔ انہوں نے میری بات پر عمل کیا یا نہیں لیکن مریض چند گھنٹوں بعد وفات پا گیا۔

ہمارے گاؤں میں ایک زمیندار آدمی کھیتی باڑی کرتا تھا۔ ایک شام کو اپنے گھر میں پہنچ کر اپنے سینے میں درد کی شکایت کی۔ رات کا کھانا کھا کر سو گیا۔ رات آخری پہر سارے گھر والے ایک زوردار چیخ سن کر جاگ گئے۔ زمیندار آدمی اپنی چارپائی پر پڑا زور زور سے سانس لے رہا تھا۔ اپنے چہرے کو چھپانے کی کوشش کرتا بے چینی سے اپنا پہلو بدل رہا ہے۔ تھوڑی دیر اٹھ کر اندر کمرے کی طرف چلا گیا۔ سارے گھر والے اس کے ساتھ تھے۔ لیکن اس کی حرکات وسکنات سے اندازہ ہوتا تھا جیسے کسی چیز سے ڈر گیا ہو۔ اس لئے ہوش وحواس میں نہیں تھا۔ اس کے جوان بیٹے نے گاؤں سے گاڑی میں ڈال کر شہر ہسپتال پہنچایا تاکہ بے ترتیب اکھڑی سانس اور نیم بے ہوشی کی حالت ٹھیک ہو سکے۔ ڈاکٹروں کی تجویز کردہ ادویات سے اس کو کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اس کی حالت بدستور اسی طرح رہی۔ جسم کی کپکپاہٹ میں اضافہ ہوگیا۔ وقت کی سوئیاں جب اسی وقت کو چھونے لگیں جس وقت شروع میں اس کی چیخ سنی گئی تھی، ۲۴ گھنٹے بعد اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونا شروع ہوگئے۔ گلے سے خرخر کی آواز، آنکھیں ایک ہی طرف کو مڑی ہوئیں پاس بیٹھنے والوں کو سمجھانے کیلئے کافی تھیں کہ بندے کا آخری وقت ہے۔ بیٹا اپنے والد کو، بیوی اپنے شوہر کو، بہو اپنے سسر کو اور بچے اپنے دادا کو مرتے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔ سانس چلنا بند ہوگئی۔ چہرے پر پیلاہٹ پھیل گئی۔ جسم ٹھنڈا۔ بندے کی زندگی کا چراغ رات کے آخری پہر میں گل ہوگیا۔ جسم رہ گیا اور روح اپنے رب

کے پاس حاضر ہوگئی۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ فرماتے ہیں۔

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی
بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

گرمیوں کے دن تھے، دھوپ سخت تھی، سارے گاؤں میں ہو کا عالم تھا۔ خاموشی خاموشی۔ کچھ لوگ گھروں میں پنکھوں کی ہوا میں سوئے ہوئے کچھ لوگ جاگ رہے تھے۔ ایک گھر کا حال کچھ جدا تھا۔ ایک کمرے میں ۲ عورتیں علٰیحدہ علٰیحدہ چارپائی پر لیٹی تھیں۔ درمیانی عمر کی بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھے ایک عورت اپنا پہلو بے چینی سے بدل رہی تھی اور چادر سے منہ چھپاتی، کبھی اٹھتی کبھی لیٹتی۔ چارپائی سے نکلنے والی آواز سے ساتھ پڑی عورت جاگ گئی۔ اور اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی، جو آس پاس سے بے خبر نظر آتی تھی۔ کچھ دیر کیلئے اپنی ماں کی حالت دیکھ کر خوف سے بے سدھ پڑی رہی۔ پھر جلدی سے اپنے بھائی کو بلانے چلی گئی۔ بھائی ایک ڈسپنسر کو لے آیا۔ ان کی ماں کی حالت مزید خراب ہو چکی تھی۔ سانس اکھڑی ہوئی، چہرے پر پریشانی اور کرب کے اثرات، جیسے سخت تکلیف میں ہو۔ ڈسپنسر نے اپنی طرف سے ایک انجکشن لگایا اور کچھ ادویات دیں۔ انجکشن سے اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ مریضہ کی حالت ایسی تھی جیسے انسان بہت زیادہ خوف زدہ ہو جائے۔ سانس آہستہ آہستہ بند ہونا شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد سانس کبھی رکتا کبھی چلتا۔ آنکھیں اوپر کی طرف اٹھی ہوئیں تھیں۔ دوپہر اور عصر کے درمیان کا وقت ہو چلا تھا کہ بندی کا سانس مدھم پڑتے پڑتے ٹھہر گیا۔ اس کے بیٹے نے ڈسپنسر کو بہت باتیں سنائیں کہ یہ اس انجکشن سے موت واقع ہوئی ہے۔ اس نے لاکھ سمجھایا کہ اس کو دل کا دورہ پڑا ہے میں نے تو سانس بحال کرنے کا انجکشن لگایا ہے لیکن وہ ماننے کو تیار نہ ہوا۔ بعد میں ان کے درمیان تصفیہ کرا دیا گیا۔ یہ باتیں تو ساری بہانہ ہیں۔ اصل میں عزرائیلؑ بمع فرشتوں کے روح قبض کرتے ہیں۔ ملک الموت کی اچھی یا بری صورت جب بندہ دیکھتا ہے تو اس کے چہرے پہ ویسے ہی تاثرات ابھرتے ہیں۔ کوئی مسکراتا ہوا جاتا ہے تو کوئی خوف کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مسکراتا ہوا ایمان کی حالت میں اپنے پاس بلائے۔ (آمین)

# آٹے کا بحران

(ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ)

آٹے کا بحران ہمارے اپنے ہاتھوں کا پیدا کردہ ہے۔فصل کے ہوتے ہوئے زمیندار کی چاہت ہوتی ہے کہ اس کی گندم مقامی طور پر ہی بِک جائے تو اس کو آسانی ہو۔لیکن یہاں تو سب نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ یہ گندم بڑے سرمایہ دار خریدیں ملوں، میں جائے آٹا بنے ،تندوروں میں آئے ،ہم تو بس پکی پکائی روٹی استعمال کریں گے۔یہی وہ عادتیں ہیں جو سرمایہ داری نظام کو وجود بخشتی ہیں۔پھر کچھ لوگ امیر سے امیر تر اور دوسرے غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرے میں ہر قسم کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔

ایسے سرمایہ دار جن کے گھروں میں عورتیں کام کر ہی نہیں سکتیں ان کو چاہئے کہ اپنے نوکروں اور نوکرانیوں کی تعداد زیادہ کریں تاکہ غریبوں کو روزگار ملے اور ان کے کام معیاری طور پر گھروں میں ان کے سامنے ہوں۔اس دفعہ بندہ کی اپنی گھریلو آٹے کی مشین خراب ہوگئی تھی اس لئے مجبوراً بازار سے آٹا خریدنا پڑا۔برخوردار نثار سب سے قیمتی آٹا لے کر آیا۔استعمال سے اندازہ ہوا کہ چالیس فیصد گندم کے اجزا اس میں بھی نہیں تھے۔خاص طور سے وٹامن ای اور زنک دانے کے چھلکے میں ہوتے ہیں۔ملیں چھان کر جو چوکر نکالتی ہیں یہ دو چیزیں اس میں چلی جاتی ہیں۔وٹامن ای اور زنک کو ڈاکٹر اینٹی آکسیڈنٹ (Anti-Oxidant) کہتے ہیں یعنی یہ اجزا بدن میں فری آکسیجن ریڈیکل ، ہائیڈراکسل آئن ،سپر آکسائیڈ اور پر آکسائیڈ وغیرہ کا مقابلہ کرتے ہیں اور بدن کو بڑھاپے، دل کی بیماریوں اور کینسر سے بچاتے ہیں۔سوجی ،میدہ نکالنے کی وجہ سے طاقت اور کم ہو جاتی ہے۔اگر سوکھی روٹیاں بھی پیستے ہوں یا ایسی اجناس گندم کے ساتھ پیسیں جو بہت سستی اور گھٹیا ہوں تو اللہ ہی حافظ ہے۔اس لئے اپنے اوپر ترس کھائیں اور فصل کے دنوں سے اپنی گندم کا بندوبست کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆

# اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (تیسویں قسط)

(مفتی فدا محمد صاحب، دارالعلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

## شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ کی تواضع: (پیدائش ۱۸۷۹ء، وفات ۱۹۵۷ء)

## تین دفعہ تعویذ کی فرمائش:

حضرت مولانا فریدالدین وحیدی کی روایت ہے، وفات سے دو تین سال پہلے جسم پر بہت زیادہ ضعف طاری اور حاوی ہو چکا تھا اُٹھتے بیٹھتے گھٹنوں میں تکلیف ہوتی تھی، ایک صاحب نے تعویذ کی درخواست کی حضرت مدنیؒ اندر تشریف لے جا رہے تھے ان سے فرمایا کہ آپ تشریف رکھیں میں ابھی لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر مطالعہ گاہ میں تشریف لائے اور بیٹھ کر تعویذ لکھا، میں ساتھ تھا عرض کیا کہ مجھے دیجئے میں ان صاحب کو دیدوں گا، فرمایا کہ تُو ترکیب نہیں سمجھا سکے گا۔ چنانچہ باہر تشریف لائے اور تعویذ دے کر نہایت تفصیل کے ساتھ اس کی ترکیب سمجھائی اور جوں ہی واپسی کے لئے مڑے اس شخص نے دوبارہ آگے بڑھ کر کہا کہ حضرت! ایک تعویذ مجھے اپنے لڑکے کے لئے بھی چاہئے۔ فرمایا بہت اچھا اور پھر گھر میں تشریف لا کر تعویذ لکھا۔ اس مرتبہ بھی میں نے کہا مجھے دیجئے میں دے دوں گا۔ مگر انکار فرمایا اور خود ہی تشریف لا کر تعویذ مرحمت فرمایا۔ اب اس کا دل اور بھی بڑھ گیا اور اپنی بہو کے لئے بھی تعویذ کی فرمائش کر دی۔ اس سے دریافت کیا کہ بہو کو کیا شکایت ہے؟ اس نے کیفیت بیان کی اور آپؒ نے اسی خندہ پیشانی کے ساتھ تیسری مرتبہ گھر جا کر تعویذ لکھا اور خود ہی باہر تشریف لائے۔ راقم الحروف بھی اس مجاہدہ وریاضت میں برابر شریک رہا اور حضرتؒ نے نہایت نرمی اور ملاطفت کے ساتھ اس سے رخصتی وسلام مصافحہ کیا تو اپنی حیرت کو بڑی مشکل سے روک سکا۔

(شیخ الاسلام نمبر: ص ۲۳۰)

## حسین احمد کا سر آپ کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے:

حکیم عبدالرشید صاحب بریلی رقم طراز ہیں: دسمبر ۱۹۴۵ء کا پر آشوب دور تھا، مسلم لیگ کی تحریک کانگریس کے مقابلے میں شباب پر تھی۔ حضرت مدنیؒ کانگریس کی حمایت میں بریلی تشریف

لائے ہوئے تھے اور اہالیانِ بریلی کو اپنے تدبر سے راہِ راست پر لانے اور آئندہ خطرات سے آگاہ کرنے کے لئے عوام کو خطاب کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت کا جو دلخراش منظر میری آنکھوں نے دیکھا اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شہر کے مرکزی حصے موتی پارک میں جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ گلی گلی اور کوچہ بکوچہ اعلان ہو چکا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ شام کو بعد مغرب موتی پارک میں تقریر فرمائیں گے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موتی پارک سامعین سے پُر ہو چکا تھا اور حضرت ممدوحؒ کا انتظار ہو رہا تھا کہ یکا یک حضرتؒ تشریف لے آئے۔ شہر کے بعض معززین بھی حضرت والا کے ساتھ تھے۔ یہ خادمِ دیرینہ بھی ہم رکاب تھا۔ پارک سے باہر مسلم لیگ کے حامیوں کا ایک زبردست ہجوم تھا جنہوں نے اپنے مخالفانہ اور معاندانہ فلک شگاف نعروں سے مولائے موصوف کو تقریر سے باز رکھنے کی انتہائی کوشش کر رکھی تھی لیکن حضرتؒ نے اس قسم کے معاندانہ نعروں کی کوئی پروانہ کی اور تلاوت کلام پاک سے جلسہ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔ حضرتؒ نے یہ آیت کریمہ:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْآنِ وَ الْغَوْفِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْن تلاوت فرمائی جو موقع و محل کے مطابق تھی اور اس کا ترجمہ کر کے سلسلہ شروع فرمادیا۔

اس دوران میں مخالفین نے انتہائی بداخلاقیوں کا مظاہرہ کیا، تارکول کے خالی ڈرم اور ٹین کے کنستر پوری قوت کے ساتھ بجاتے رہے۔ سڑک پر پڑے ہوئے کیلے کے ڈنٹھل وغیرہ حاضرینِ جلسہ پر پھینکے۔ جب ان کی تمام حرکات کا بھی کوئی اثر نہ لیا گیا تو اُن ناعاقبت اندیشوں نے سنگ باری شروع کر دی۔ اتفاق سے اس وقت پارک کی چاروں جانب پتھروں کے انبار لگے ہوئے تھے کیونکہ سڑک پر کوٹنے کے لئے پتھر جمع کیا گیا تھا، وہی مخالفین کے لئے میگزین بن گیا جسے وہ بے دریغ پرامن جلسہ گاہ پر برسا رہے تھے۔ اگرچہ پولیس کی پوری طاقت اور محکمہ پولیس کے تمام افسران موقع ہی پر موجود تھے مگر ضلع کے افسرانِ اعلیٰ کی ذہنیت بھی لیگی اثرات سے مسموم تھی۔ اس لئے پولیس کا وجود اور عدم وجود برابر تھا بلکہ پولیس کی چشم پوشی سے مخالفین کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔ آخر تا بکے؟ حاضرینِ

جلسہ زخمی ہوئے اور جلسہ منتشر ہونے لگا، حضرت مدنیؒ کے جانثاروں نے چاہا کہ موصوف کے اوپر کوئی سایہ کرلیں تاکہ آپؒ کا جسم مبارک محفوظ ہوجائے۔ لیکن اس پیکرِ صبر واستقامت نے لوگوں کو اپنے اوپر سایہ کرنے سے روک دیا اور انتہائی محبت وشفقت سے فرمایا کہ حسین احمد کا سر آپ حضرات کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔

بہرحال اس سنگ باری میں سینہ سپر ہوکر مجاہدانہ انداز میں تقریر فرماتے رہے آخرکار مخالفین نے بجلی کے قمقموں کو پتھر کا نشانہ بنایا، فضا پر تاریکی چھا گئی اور جلسہ برخواست کردیا گیا۔ حضرت مدنیؒ اپنی قیام گاہ تشریف لے آئے اور بریلی سے رخصت ہونے سے پہلے آپ کی جانب سے ایک ہینڈ بل شائع ہوا جو دعاؤں اور نصیحتوں سے لبریز تھا۔ اُس کے اختتام پر یہ شعر تھا۔

؎ مرادِ ما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(شیخ الاسلام نمبر: ص ۲۹۷)

(ترجمہ: ہمارا مطلب نصیحت کرنی تھی کرلی، اللہ کے حوالے کیا اور ہم چلے گئے۔)

## موسمی شدائد کا تحمل:

ایک مرتبہ بحیثیت خادم راقم الحروف حضرت مدنیؒ کے ساتھ شریکِ سفر تھا۔ دسمبر کا آخری عشرہ تھا، سردی پورے شباب پر تھی، حضرتؒ بستی سے براہ گورکھپور شاہ گنج تشریف لائے، یہاں سے اکبر پور کے لئے ٹرین تبدیل کرنی تھی۔ اگرچہ جرنیلی ہوائیں کھڑکیوں کے سوراخوں اور آدھ کھلے دروازے سے ڈبے میں داخل ہوکر اُسے برف خانہ بنائے ہوئے تھے لیکن شاہ گنج کا پلیٹ فارم تو طبقہ زمہریر کا نمونہ پیش کررہا تھا۔ سرد وخشک ہوا کے جھونکے رگ وپے میں سرایت کئے جارہے تھے، ہاتھ پاؤں جیسے ماؤف ہوگئے ہوں، تین بجے کا وقت اور موسمی شدائد کا یہ حال، میرے لئے تو چلنا دشوار ہوگیا۔ میں نے اسی پریشانی کے عالم میں حضرتؒ سے عرض کیا کہ۔ آپ کے ساتھ سفر میں رہنا بھی کچھ آسان بات نہیں ہے۔ حضرتؒ یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا، جی ہاں ایک انگریز تعلیم یافتہ نوجوان نے میرے ساتھ سفر میں رہنا چاہا لیکن پندرہ یوم میں وہ بیمار ہوکر اپنے مکان پر چلا گیا اور پھر اس نے واپسی نہیں کی۔ (جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَـا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنِ oثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَـرَارِمَـکِیْـنِ oثُـمَّ خَـلَـقْـنَـاالـنُّـطْـفَةَعَـلَـقَةًفَـخَـلَـقْـنَـاالْـعَـلَـقَةَمُـضْـغَةً فَـخَـلَـقْنَاالْمُضْغَةَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ oرَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنِ oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰهِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَـا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُو لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنِ oثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَـرَارِمَـکِیْـنِ oثُـمَّ خَـلَـقْـنَـاالـنُّـطْـفَةَعَـلَـقَةًفَـخَـلَـقْـنَـاالْـعَـلَـقَةَمُـضْـغَةً فَـخَـلَـقْنَاالْمُضْغَةَعِظٰماًفَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن oرَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن oرَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن oرَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کا کاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہاک حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اوران کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ ''غزالی'' کو بھیجے۔یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔آمین

ڈاکٹر فدا محمد]